پاس عرف۔ ہرچہ نفس امارہ اورا می فرماید، بلاتکلف آں را بجامی آرد۔ مخالفت وموافقت شرع پروا نہدارد، بلکہ ہمیں استیفائے لذاتِ نفسانیہ را ثمرۂ سلطنت خودمی شمارد۔ ہمیں را سلطنت جابرہ می گویم"۔

ب۔ "قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدء نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ثم ملکاً عضوضاً ثم ملکاً جبریۃ وعتواً وفساداً فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور یرزقون علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللّٰہ۔ دایں سلطنتِ فسق وظلم درحق امتِ ملت بلائے ست بس عظیم"۔

ج۔ "حتی کہ ضعفاء وغرباء مسلمین تسلط کفار نابکار را از تسلط ایں جابرہ بہ ہزار درجہ بہتر می شمارند وآں را باعث اطمینانِ خلق اللہ می انگارند"۔

د۔ "پس قیام سلطنتِ ظالمہ مثل انتشار مذاہب باطلہ است کہ قوانین ملت را برہم می زند وآئین سنت را کم می کند"۔

س۔ "وہیچ اسمے از اسماء خالق اکبر نیست کہ ایں جاہل ابتر ذات خود را آں لقب نہ نہادہ وہیچ منصبے از مناصب انبیاء ومرسلین نیست کہ ایں عدوئے دین ادعائے آں نہ نمودہ"۔

ص۔ "قسم ثانی آنکہ سلطانِ جابر در دل ایں قدر خوفِ الٰہی نمی دارد کہ افعالِ شرعیہ را باخلاص نیت بجاآرد بلکہ آنہا ہم بطریق رسم وعادت ویا بہر حصولِ نیک نامی درمیانِ اہلِ زمان واظہارِ مسابقت براقران بعمل می آرد وآں را نیز از لوازم جاہ وجلالِ خود می شمارد"۔

ص۔ "نکتۂ ثالثہ۔ سلطان بلاریب محتاج امر بالمعروف است واظہارِ حق بحضور او افضل عبادات۔ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر۔ امّا امر بالمعروف اورا بوجہے باید کرد کہ بحدِ مخالفت ومنازعت نہ کشد وبہ مرحد بغی وخروج نرسد، کہ خروج بر امام جابر

شرعاً جائز نہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الا من ولی علیہ وال فرآہ یاتی شیئا من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن طاعۃ"

کیا یہ حکم صحیح ہے؟ یزید کی حکومت کے خلاف حضرت حسین و حضرت عبداللہ بن زبیر نے جو کوشش فرمائیں، کیا وہ ناجائز تھیں؟ کیا حضرت حسین اس چیز میں مخطی تھے؟ جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے اپنے ایک رسالہ میں، جس کا ترجمہ "حسین و یزید" کے نام سے چھپا ہے، فرمایا ہے۔[1] اگر سلطنت جابرہ کے خلاف کوشش کرنا ضروری ہے تو دیگر صحابہ نے حضرت حسین کا کیوں ساتھ نہ دیا؟ بلکہ ان میں سے بعض تو اموی خلافت تک حیات رہے، انھوں نے کیوں کوئی جدوجہد نہ فرمائی؟

اور سلطنت ضالہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:-

ا۔ "در ہر امرے از امور ریاست و سیاست ملکے مخالف شرع متین ثابت بگردد و در ہر معاملہ از معاملات بنی آدم اصلے مقابل دین قائم می شود۔ پس ملتے مقابل ملت مصطفوی بپا می شود و سنتے مقابل سنت نبوی ......"

ب۔ بالجملہ ایں سیاست سلطانی، مذہبے است، غیر مذہب اسلام و ملتے است غیر ملت سید الانام ہمتا بہ سائر مذاہب باطلہ مثل ہنود و مجوس، نہ مثل شیعہ و خوارج"[2]

ج۔ "ہرچند امثال ایں سلاطین فی الحقیقت از قبیل اشرار کفار اند و از جنس اہل نار۔ فاما از بس کہ بزبان خود دعوی اسلام می کنند، پس کفر ایشان مستور است و ایمان ایشان ظاہر۔ وشاہد تصدیق ہمیں دعوائے ظاہری از رسوم اسلام مثل عقد نکاح و ختان و اظہار تجمل بروز عید الفطر و عید الاضحیٰ

---

[1] خطاء کی وجہ غالباً تفریق شمل امت بیان فرمائی ہے۔

[2] اسلام میں ملوکیت کی گنجائش ڈھونڈنے والوں کو یہ حوالے ضرور غور سے دیکھنے چاہئیں۔ کہیں مولانا اسماعیل شہید بھی "یورپ زدہ" تو نہیں تھے؟

وتجہیز و تکفین و نماز جنازہ و دفن در مقابر مسلمین ، درمیانِ خود جاری دارند"۔

د ۔ "بالجملہ چوں سلطنتِ جابرہ بحدِ سلطنتِ ضالہ رسد، از سرحدِ فسق وظلم در اقسامِ بدعتِ ضلالت داخل گردید۔ پس حکمِ سلاطینِ مضلین حکمِ سائر فرقِ باطلۂ مبتدعین است۔ اختلافیکہ در تکفیر و عدم تکفیرِ مبتدعین واقع است، ہموں اختلاف در تکفیر و عدمِ تکفیرِ سلاطینِ مضلین متحقق"۔

س ۔ "نکتۂ اول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و ریاستِ او بہ نسبتِ دین شے است۔ قائل و امامتِ او بحکمِ کتاب و سنت وجہے است باطل۔ اما از آں جا کہ راہِ معاملۂ اسلام با او مشکوک است، تکفیرِ او مشکوک۔ بناءً علیہ اظہارِ بغی بر وے و خروج از اطاعتِ او نیز از مسائلِ اختلافیہ است ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و چوں بغی و خروج بر سلاطینِ مضلین احتیاطاً ممنوع است، سلطنتِ ایشاں از اقسامِ امامت معدود است"۔

س ۔ "نکتۂ ثانیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر آں کہ قیامِ خلافتِ راشدہ یا سلطنتِ عادلہ بر تقدیر برہم زدنِ ریاستِ او متیقن باشد پس دریں صورت برافراختنِ اعلامِ قتل و قتال و برانداختنِ آں مبتدعِ ضال در حقِ ملت و اہلِ ملت منفعتے خواہد بخشید ۔ و رائے عوام و خواص بے شک مفرتے خواہد رسید"۔

کیا یہ شرط صحیح ہے؟ اور کیا اس شرط کے پائے جانے پر بھی معاملہ صرف منفعت تک رہتا ہے، وجوب ثابت نہیں ہوتا؟ حالانکہ سلطنتِ کفر کے متعلق مولانا فرماتے ہیں :۔

ا ۔ "تنبیہ رابع در بیانِ سلطنتِ کفر۔ باید دانست کہ مراد از سلطنتِ کفر دریں مقام حکومتِ کفارِ اصلی نیست بلکہ مقصود ازاں سلطنت قومے است کہ جان خود را در زمرۂ مسلمین می شمارند و موجباتِ کفرِ صریح بعمل می آرند۔ جہاد بر ایشاں از ارکانِ اسلام است و اعانتِ ایشاں اعانت بیدالانام۔ پس ایں قسم سلاطین بلاشک از جنس کفارِ متمردین اند و زنادقہ مرتدین۔ عن عبادۃ ابن الصامت انہ قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا ننازع

"الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برہان"

ب۔ "قیام سلطنت ارتداد بمثابہ غلبہ کفار است، اگر بر مرتد سلطین فرض عین می شود کہ برو جہاد قائم بگردانند و این خورش و فساد را بشمشیر بنشانند، وگر نتوانند ازاں اقلیم ہجرت نمایند و جہاد را اعلام فرود آیند۔"

یہاں مذکورہ بالا خروج کے جہاد کو کیوں مکروہ نہیں کیا؟ پھر لطف یہ کہ مولانا، خاتمہ بتنبیہ ثانی و نکتہ ثانیہ میں متعارض بظواہر احادیث نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:۔

"وتحقیق کلام دریں مقام آنست کہ ترک معاونت سلطان جابر و خلع بیعت او و اظہار خروج بر او، یا بنا بر سرزنش جرم اوست و معاونت ظلم او و تسکین لہب غضب کہ بسبب تعدی او افروختہ و تسلی قلب کہ بنا بر جور او سوخت، یا بنا بر حفظ ملت و نظم امت است کہ بسبب تشیوع فواحش و تبدیل در احکام ملت فتنہ و فساد راہ یافتہ و بسبب ظہور ظلم و تعدی نظم امت بہبا درفتہ۔ پس اول بغایت مردود است و از نجش معاصی، و ثانی بہایت محمود است، از افضل عبادات و طاعات۔"

پھر کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"پس باید دانست کہ مقصود از نصب امام حفظ احکام ملت است و نظم اجتماع امت۔"

کیا یہ پورا مقصد ہے؟ اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیے گا تو ایک مفید چیز ثابت ہوگی۔

مولانا اسمٰعیل شہید کی جن عبارات کو آپ نے نقل کیا ہے اور ان کے متعلق جو سوالات کیے ہیں، ان کے بارے میں میری تحقیق یہ ہے کہ جہاں تک کفار کی حکومت کا تعلق ہے اس کا معاملہ تو صاف ہے، یعنی اس حکومت کو اسلام کی حکومت سے بدلنے کی جدوجہد تمام جائز طریقوں سے کی جانی چاہیے۔ البتہ مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حکومت کے معاملے میں احتیاط ضروری ہے تاکہ ایک خرابی کو مٹانے کی کوشش میں کوئی اس سے بڑی خرابی رونما نہ ہو جائے۔ یہ امر کہ نصیحت اور تبلیغ و تلقین کے ذریعے سے اصلاح کی کوشش کی جائے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

البتہ یہ امر کہ بگڑے ہوئے نظام کو بزور درست کرنے کی کوشش کی جائے، اس میں اختلاف رونما ہوا ہے۔ میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں، جو شخص یہ محسوس کرے کہ وہ اس بگڑے ہوئے نظام کو بدل دینے کے لیے کافی قوت رکھتا ہے اور جس کی نیت اپنے لیے حکومت حاصل کرنا نہ ہو بلکہ شریعت الٰہی کی حکومت قائم کرنا ہو، اس کے لیے اٹھنا اور جدوجہد کرنا فرض ہے، نہ کرے گا تو گنہ گار رہے گا۔ اور جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اصلاح حال کی قدرت نہیں رکھتا اور ظالم حکومت کے مقابلہ میں خروج کا نتیجہ بجز فساد کے اور کچھ نہ ہوگا، اس کے لیے خروج کرنا جائز نہیں ہے اور احسن یہی ہے کہ یا تو وہ پرامن طریقوں سے اصلاح کی کوشش کرے یا گوشہ نشین ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہدایات اس سلسلہ میں ملتی ہیں، وہ میرے اخذ کردہ دونوں نتیجوں کی تائید میں ہیں۔ ایک طرف حضور یہ فرماتے ہیں:

ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الا کان من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ۔ ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون۔ فمن جاہدہم بیدہ فہو مومن۔ ومن جاہدہم بلسانہ فہو مومن، ومن جاہدہم بقلبہ فہو مومن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل۔

"مجھ سے پہلے جو انبیاء اپنی اپنی امتوں میں آتے رہے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا گیا ہے کہ ابتداءً ان کی امتوں میں ایسے حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو ان کی سنت پر چلتے اور ان کے احکام کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوتے گئے جو وہ باتیں بناتے تھے جن پر ان کا عمل نہ تھا اور وہ حرکتیں کرتے تھے جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو ایسے لوگوں کے خلاف جو ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے، اور جو ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے خلاف دل سے جہاد کرے (یعنی دل میں ان سے نفرت رکھے اور ان کے زوال کا آرزومند ہو) وہ بھی مومن ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔"

دوسری طرف فرماتے ہیں:-

یکون بعدی ائمۃ لا یہتدون

میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو نہ میری ہدایت پر چلیں گے

بعدی ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس. قال حذیفۃ قلت "کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذلک؟" قال "تسمع وتطیع الامیر وان ضرب ظھرک واخذ مالک. فاسمع واطع."

نہ میری سنت کی پیروی کریں گے۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی اٹھیں گے جن کے دل انسانی قالب میں شیطانوں کے سے دل ہوں گے۔ حضرت حذیفہ نے پوچھا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا امیر کی سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ تمھاری پیٹھ پر کوڑے برسائے جائیں اور تمھارا مال چھین لیا جائے تب بھی سنو اور اطاعت کرو۔"

اور تیسری طرف یوں فرمایا:

یوشک ان یکون خیر مال مسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینہ من الفتن۔

ایک وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتا رہے گا۔

ان تینوں قسم کی احادیث سے (جن کے مضمون میں متعدد اور احادیث ملیں گی) اگر وہ نتیجہ نکالا جائے جو ہیں نے بیان کیا ہے، تو پھر یہ باہم متعارض حدیثیں ہیں۔ ان کا تعارض اگر رفع ہو سکتا ہے، تو وہ صرف اس تاویل سے کہ تین مختلف ہدایات دے کر مسلمانوں کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر صاحب عقل و بصیرت آدمی اپنے لیے خود راہِ عمل تجویز کر سکے۔ امام حسینؓ اور ان کی طرح متعدد حضرات نے پہلی حدیث پر عمل کیا، کیونکہ انھوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ ان حالات کو بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تجربے سے ان کا اندازہ غلط نکلا۔ بعض دوسرے بزرگوں نے دوسری حدیث پر عمل کیا اور وہ پُرامن طریقوں سے اصلاحِ حال کی کوشش کرتے رہے اور مصائب جھیلتے رہے۔ بعض اور بزرگوں نے تیسری حدیث پر عمل کیا اور وہ اپنے دین کو اپنی ذات کی حد تک بچانے کے لیے گوشہ گیر ہو گئے۔